مرزا محمد رفیع سوداؔ

(1713–1781)

سوداؔ دہلی میں پیدا ہوئے اور یہیں عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ وہ بچپن ہی سے ذہین اور موزوں طبع تھے۔ کچھ مدّت تک شاہ حاتم کے شاگرد رہے۔ وہ اپنی زندگی ہی میں ایک اہم شاعر تسلیم کیے گئے۔ سوداؔ کو کئی زبانوں پر قدرت حاصل تھی۔

سوداؔ کی شاعری کا شہرہ سُن کر نواب شجاع الدّولہ نے انھیں لکھنؤ آنے کی دعوت دی۔ حالات نے بھی انھیں دہلی چھوڑ کر لکھنؤ جانے پر مجبور کردیا، وہاں نواب شجاع الدّولہ اور ان کے بیٹے نواب آصف الدّولہ کے زمانے میں خاطرِ خواہ پذیرائی ہوئی۔ تقریباً ستّر برس کی عمر میں لکھنؤ میں اِنتقال کیا۔

سوداؔ مزاجاً قصیدے کے شاعر ہیں، لیکن اُن کی غزلیں بھی زبان و بیان کی دل آویزی اور لب و لہجے کے بانکپن کی وجہ سے الگ پہچانی جاتی ہیں۔ غزل میں سوداؔ کا رنگ میرؔ سے بہت مختلف ہے۔ ان کے لہجے میں انفرادیت، اشعار میں مضامین کی رنگارنگی بھی نمایاں ہے۔ داخلی تجربوں کے بیان میں بھی سوداؔ بہت کامیاب ہیں۔ اُن کا ایک مخصوص انداز ہے جس میں دردمندی کی جگہ شوخی، سوز و گداز کی جگہ نشاط، اور سادگی کی جگہ پُرکاری نمایاں ہے۔ اُن کی وہ نظمیں بھی، جن میں زمانے کی بدحالی کا نقشہ کھینچا گیا ہے، بہت مشہور ہیں۔

غزل

گدا دست اہل کرم دیکھتے ہیں
ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں

نہ دیکھا جو کچھ جام میں جم نے اپنے
سو اک قطرۂ مے میں ہم دیکھتے ہیں

یہ رنجش میں ہم کو ہے بے اختیاری
تجھے تیری کھا کر قسم دیکھتے ہیں

حباب لب جو ہیں اے باغباں ہم
چمن کو ترے کوئی دم دیکھتے ہیں

خدا دشمنوں کو نہ وہ کچھ دکھاوے
جو کچھ دوست اپنے میں ہم دیکھتے ہیں

مگر تجھ سے رنجیدہ خاطر ہے سوؔدا
اُسے تیرے کوچے میں کم دیکھتے ہیں

(مرزا محمد رفیع سوؔدا)

مشق

سوالات

1۔ اپنا دم اور قدم دیکھنے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

2۔ شاعر نے باغباں کو مخاطب کر کے کیا کہا ہے؟

3۔ شاعر نے اپنی بے اختیاری کی بات کیوں کی ہے؟

4۔ اس شعر کی تشریح کیجیے:

خدا دشمنوں کو نہ وہ کچھ دکھاوے
جو کچھ دوست اپنے میں ہم دیکھتے ہیں